فقہ و اجتہاد

ڈاکٹر صالح بن حسین العاید☆
مترجم: محمد اسلم صدیق

بلادِ اسلامیہ میں غیر مسلموں کے حقوق

چند صدیوں سے 'ریاست' کے ادارہ نے غیر معمولی ترقی حاصل کر کے زندگی کے ہر پہلو تک اپنے دائرۂ کار کو وسعت دے لی ہے۔ ریاست کا ایک تصور تو مغرب کا دیا ہوا ہے جس کی بنیاد وطنیّت یعنی کسی خطہ ارضی سے وابستہ ہے۔ اس لحاظ سے ایک خطہ ارضی میں بسنے اور کسی ملک کی سرحدوں میں رہنے والے تمام افراد کے حقوق مساوی ہیں، اسی تصور پر پاسپورٹ اور آمد ورفت کے قوانین بنائے جاتے اور ملکی لکیروں کو تقدس دیا جاتا ہے، باہر سے اس علاقہ میں آنے والوں پر اس علاقہ کے باشندگان کے مفادات کو ترجیح دی جاتی ہے۔ دوسری طرف اسلام کا نظریۂ ریاست ہے جو زمین کی بجائے دراصل نظریۂ اسلام سے جڑا ہوا ہے۔ دنیا بھر میں مسلمان ایک ہی اُمت، ملت اور جسدِ واحد ہیں۔ اُمتِ مسلمہ میں ایک وقت میں ایک ہی خلیفہ/امیر المومنین ہوتا ہے جبکہ انتظامی مقاصد کے لئے مختلف خطوں پر اس کی طرف سے گورنر مقرر کئے جاتے ہیں۔ علامہ اقبال ؒ کی نظر میں:

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے!

جب بھی کہیں اسلامی ریاست کی بات ہوتی ہے تو اس میں غیر مسلموں کے حقوق کے بارے میں بہت سے اشکالات پیدا کئے جاتے ہیں، جیسا کہ اسی شمارے میں شائع ہونے والے مضمون میں محمد علی جناح پر قیام پاکستان کے حوالے سے کئی اعتراضات کا تذکرہ موجود ہے۔ زیر نظر مضمون اسی حوالے سے بے بنیاد پروپیگنڈہ کے تناظر میں اصل صورتحال اور شریعتِ اسلامیہ کے موقف کو واضح کرنے کی اچھی کاوش ہے جس سے اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق کا بخوبی علم ہوگا۔ (ح م)

تاریخ انسانی گواہ ہے کہ کسی بھی دور، کسی بھی نسل اور کسی بھی علاقہ کا انسان آج تک وہ مقامِ ارفع حاصل نہیں کر سکا جو دین حنیف 'اسلام' کے دامن میں پناہ لینے کے بعد اس کو نصیب ہوا۔ اسلئے کہ اسلام ایک عالم گیر دین اور مکمل ضابطہ حیات تھا، اس کا پیغمبر ؐ پوری کائناتِ انسانی کی طرف مبعوث ہوا تھا اور یہ وہ امتیاز ہے جو اس سے پہلے کسی نبی اور پیغمبر کو حاصل نہیں تھا۔

☆ سیکرٹری جنرل 'سپریم کونسل برائے اُمورِ اسلامیہ المجلس الأعلیٰ للشؤون الإسلامیة سعودیہ

www.KitaboSunnat.com

جب کوئی محقق انسانی حقوق کے عالمی چارٹر کی دفعات اور اسلامی نظامِ انسانی حقوق ① کے درمیان موازنہ کرنے بیٹھے گا تو وہ اپنے تئیں اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور پائے گا کہ اسلام کا نظامِ انسانی حقوق اپنی جامعیت، وسعت، گہرائی و گیرائی اور انسانی ضروریات کے لئے جلبِ منفعت اور دفعِ مضرت جیسی خصوصیات کا حامل ہونے کے لحاظ سے، اس قانون سے کہیں برتر اور فائق ہے جو انسانی افکار کا تراشیدہ اور خودساختہ ہے۔تعصب، ہٹ دھرمی اور اسلام کے ساتھ اندھی دشمنی سے بالاتر ہوکر تاریخ کا خصوصی مطالعہ کرنے سے یقیناً یہ حقیقت واضح ہوجائے گی کہ اس کرۂ ارض پر ایسا کوئی مذہب اور شریعت موجود نہیں ہے جس نے انسانی حقوق کو اس جامعیت و تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہو اور اس کی اس قدر خوبصورت اور سچی تصویر کشی ہو، جیسا کہ اسلام نے کی ہے۔②

شریعتِ اسلامیہ نے محض اپنے ماننے والوں کے ہی حقوق کا تحفظ نہیں کیا، بلکہ بے شمار حقوق میں مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلموں کو بھی برابر شریک کیا ہے اور اس میں اپنے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کے درمیان کوئی فرق روا نہیں رکھا۔ یہ وہ امتیاز ہے جو کسی اور مذہب کو حاصل نہیں ہے۔ذیل میں ایسے نمایاں حقوق کا تذکرہ کیا جائے گا جو مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کو بھی حاصل ہیں۔

① انسانی عزو شرف کے تحفظ کا حق

اسلام نے مسلم و کافر کا فرق روا رکھے بغیر ہر انسان کے سر پر عزت و شرف کا تاج رکھا اور تمام مخلوقات پر اس کا مقام بلند کردیا۔قرآن کہتا ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا﴾ (الاسراء:۷۰)

''ہم نے آدم کی اولاد کو عزت و شرف بخشا اور انہیں خشکی اور تری میں سواری کے ذرائع مہیا کئے

---

① دیکھئے حقوق الإنسان بین تعالیم الإسلام و إعلان الأمم المتحدة از محمد غزالی

حقوق الإنسان بین الشريعة الإسلامية والفكر القانوني الغربي از ڈاکٹر محمد فتحی عثمان

② الحريات والحقوق في الإسلام، ص۲۲،۲۳ از محمد رحاء حنفی عبد المتجلی

www.KitaboSunnat.com

اور ہم نے ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔''

بلکہ انسانوں کے باپ آدم علیہ السلام کے سامنے فرشتوں کو سجدہ ریز کرکے عظمت اور فضیلت کا سہرا انسان کے سر باندھا، قرآنِ کریم میں ہے:

﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى﴾ (طٰہٰ:۱۱۶)

''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا: آدم کو سجدہ کرو، ان سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کردیا۔''

پھر اللہ تعالیٰ کا انسان کو اپنی ظاہری و پوشیدہ نعمتوں سے مالا مال کرنا، آسمان اور زمین کو اس کے لئے مسخر کردینا، اس بات کا بین ثبوت ہے کہ انسان کائنات کی افضل ترین مخلوق ہے۔ قرآن کی گواہی ملاحظہ ہو:

﴿اللهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالأَرْضَ وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَلَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَسَخَّرَلَكُمُ الأَنْهٰرَ○ وَسَخَّرَلَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ وَسَخَّرَلَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوْهُ وَإِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللهِ لَا تُحْصُوْهَا إِنَّ الإِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ﴾ (ابراہیم:۳۲تا۳۴)

''اللہ وہی ہے جس نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی اُتارا، پھر اس کے ذریعہ سے طرح طرح کے پھل پیدا کرکے تمہاری رزق رسانی کا سامان کیا، اور تمہارے لئے کشتی کو مسخر کیا کہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے، نیز دریاؤں کو تمہارے لئے مسخر کیا، اور سورج اور چاند کو تمہارے لئے مسخر کیا کہ مسلسل چلے جارہے ہیں اور تمہارے لئے دن اور رات کو مسخر کیا اور اِس نے تمہیں وہ سب کچھ عطا کردیا جو تم نے مانگا، اگر تم اس کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کرسکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے۔''

انسان کے اس بلند مقام کے پیش نظر جو اللہ نے اسے عطا کیا اس کی عزت وشرف کا تحفظ بحیثیتِ انسان، خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، انسان کا بنیادی حق ہے اور ہمارا دعویٰ ہے کہ احترام آدمیت کی جیسی صحیح اور مؤثر تعلیم اسلام نے دی، انسان کی عزت وشرف کا جیسا تحفظ اسلام نے کیا ہے، حتیٰ کہ غیر مسلموں کے لئے بھی، دنیا کا کوئی مذہب اس لحاظ سے اس کا مقابلہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرسکتا۔ دنیا کی تمام قومیں اور تمام انسان اس کی نگاہ میں ایک ہی حیثیت رکھتے ہیں، ان کے حقوق یکساں ہیں کیونکہ بشریت کی اصل بنیاد ایک ہے۔ قرآنِ کریم نے جابجا مختلف پیرایوں میں اس تعلیم کو دل نشین کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿يٰأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقٰكُمْ، إِنَّ اللهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ (الحجرات:۱۳)

''لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور برادریاں بنائیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے عزت والا وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ۱۰ھ کو حجۃ الوداع کے موقعہ پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

«يأيها الناس إن ربكم واحد وأن أباكم واحد ألا لا فضل لعربي علىٰ أعجمي ولا لأعجمي على عربي ولا لأحمر على أسود ولا لأسود على أحمر إلا بالتقوىٰ أبلَّغتُ» ۳

''لوگو! تمہارا ربّ ایک ہے، تمہارا باپ ایک تھا، یاد رکھو، کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے اور نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر کوئی برتری حاصل ہے اور نہ کسی گورے کو کالے پر اور نہ کالے کو گورے پر کوئی برتری حاصل ہے، ہاں اگر برتری کا کوئی معیار ہے تو وہ صرف تقویٰ ہے۔ لوگو سنو! کیا میں نے اپنا پیغام پہنچا نہیں دیا؟''

مکالمہ میں غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ: غیر مسلموں کے حقوق کے تحفظ کی اس سے بڑھ کر مثال کیا ہوسکتی ہے کہ اسلام ان سے گفتگو اور مباحثہ کے دوران بھی ان کی عزتِ نفس اور ان کے جذبات کا خیال رکھنے کی تلقین کرتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَلَا تُجَادِلُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْا آمَنَّا بِالَّذِيْ أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَإِلٰهُنَا وَإِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُوْنَ﴾ (العنکبوت:۴۶)

''اور اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر عمدہ طریقہ سے، سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے ظالم

---

۳ مسند امام احمد بن حنبل: ۵/۴۱۱

www.KitaboSunnat.com

ہوں اور ان سے کہو: ہم ایمان لائے ہیں اس چیز پر بھی جو ہماری طرف بھیجی گئی ہے اور اس چیز پر بھی جو تمہاری طرف بھیجی گئی تھی، ہمارا الٰہ اور تمہارا الٰہ ایک ہی ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔''

عقائد اور مذہبی کتب کا احترام: نیز اسلام ان کے اس حق کو بھی تسلیم کرتا ہے کہ ان کے عقائد کا احترام کیا جائے۔ اجتماعی اُمور کا کوئی انصاف پسند عالم اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ مسلمانوں نے ہمیشہ دیگر مذہبی کتابوں کو تعظیم اور عزت کی نگاہ سے دیکھا ہے جو غیر مسلموں کے ہاں مقدس سمجھی جاتی ہیں۔ اس سلسلہ میں قاضی کعب بن سور اَزدی کا مشہور واقعہ ہے کہ اُنہوں نے ایک یہودی شخص سے قسم لینا چاہی تو یہ فیصلہ دیا:

"اذهبوا به إلى البيعة وأجمعوا التوراة في حجره والإنجيل على رأسه واستحلفوه بالله الذي أنزل التوراة على موسیٰ"④

''اسے ان کی عبادت گاہ کی طرف لے جاؤ، اور توراۃ کو اس کی گود میں رکھو اور انجیل کو اس کے سر پر رکھو، پھر اس سے اس خدا کی قسم لو جس نے موسیٰ پر توراۃ کو نازل کیا تھا۔''

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اہل کتاب کی کتابوں کی تکذیب سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

«لاتصدقوا أهل الكتاب ولا تكذبوهم و﴿قُولُوٓا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ... الآية﴾»⑤

''اہل کتاب کی تصدیق کرو اور نہ ہی ان کی تکذیب کرو، بلکہ یوں کہو: ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف اُتاری گئی اور جو ان کی طرف اُتاری گئی۔''

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

«إذا حدثكم أهل الكتاب فلا تصدقوهم ولا تكذبوهم وقولوا: آمنا بالله وكتبه ورسله فإن كان حقا لم تكذبوهم وإن كان باطلا لم تصدقوهم»⑥

''جب اہل کتاب تم سے کوئی بات بیان کریں تو نہ ہی ان کی تصدیق کرو اور نہ ہی تکذیب

---

④ أخبار القضاة:۱/۲۷۸

⑤ صحيح البخاري:۶۸۱۴ ⑥ مسند احمد بن حنبل:۴/۱۳۶

www.KitaboSunnat.com

کرو۔ بس یہ کہہ دو: ہم اللہ تعالیٰ، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، تو اس طرح اگر وہ بات سچی تھی تو تم نے ان کی تکذیب نہیں کی اور اگر وہ بات جھوٹ تھی تو تم نے اس کی تصدیق نہیں کی۔''

امام کرمانیؒ فرماتے ہیں:

''ہمیں انبیا پر نازل شدہ تمام کتابوں پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے اور ہمارے پاس کوئی ایسا معیار نہیں ہے جس کے ذریعہ ہم یہ پہچان سکیں کہ ان کتب کے مؤلفین نے جو کچھ نقل کیا ہے ان میں سے کون سی بات حق ہے اور کون سی باطل ہے۔ ہم نہ تو ان کی تصدیق کرتے ہیں کہ ہم بھی اس کذب کی تحریف کے جرم میں ان کے ساتھ شریک ہو جائیں اور نہ ہی ہم اُنہیں جھوٹا کہتے ہیں کہ شاید جو کچھ اُنہوں نے نقل کیا ہے وہ صحیح ہو اور ہم کسی ایسی چیز کا انکار کر بیٹھیں جن پر ایمان لانے کا ہمیں حکم دیا گیا ہو۔''⑦

غیر مسلموں سے انصاف کا برتاؤ: اور بلا خوفِ تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ روئے زمین پر کوئی ایسا دین، مذہب اور نظام موجود نہیں ہے جس نے اسلام سے بڑھ کر اپنے معاندین اور مخالفین کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کیا ہو۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں ہے؟

﴿ قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ قُلِ اللّٰهُ وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى أَوْ فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ (سبا:۲۴)

''اے نبیؐ! ان سے پوچھو، کون تم کو آسمانوں اور زمین سے رزق دیتا ہے، کہو: اللہ، اب لامحالہ ہم میں اور تم میں کوئی ایک ہی ہدایت پر یا کھلی گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔''

دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے کن الفاظ کے ساتھ اس آیت کو ختم کیا ہے، اللہ کو معلوم تھا کہ کون راہِ راست پر ہے اور کون گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہاں یقین کو شک کے ساتھ ملا کر اس لئے بیان کیا ہے تاکہ وہ چیز مبرہن ہو کر سامنے آجائے جس کا حق ہونا سب کو معلوم ہے اور حق و باطل اور شک و یقین کے درمیان امتیاز واضح ہو جائے۔ علم بلاغہ کی اصطلاح میں اس کو 'تجاہل عارفانہ' کا نام دیا گیا ہے جس کے ذریعے معنی میں زیادہ مبالغہ اور تاکید مہیا کرنا

---

⑦ تفسیر الكرماني: ۱۷/۱۳، إعلام الحديث از امام خطابی ۳/۱۸۰
بحوالہ الردّ علیٰ الضازی از جعفری، ص۶۹ و الحوار الإسلامي المسيحي، ص۱۴۳

www.KitaboSunnat.com

مقصود ہوتا ہے۔قرآنِ کریم نے یہاں یہ وضاحت نہیں کی کہ کون کس گروہ سے تعلق رکھتا ہے، کون راہِ مستقیم پر گامزن ہے اور کون گمراہی کی وادیوں میں سرگرداں ہے اور یہ وہ انصاف ہے جو اسلام نے اپنے مخالفین کے ساتھ کیا ہے کہ ان پر حجت تمام کردی اور پھر فیصلہ عقل و دانش پر چھوڑ دیا کہ عقل وبینش کا حامل انسان خود فیصلہ کرے کہ وہ کس راہ کا راہی ہے۔

امام زمخشریؒ نے لکھا ہے کہ

وهذا من الكلام المنصف الذي كل من سمعه من موال أو مناف قال لمن خوطب به : قد أنصفك صاحبك، وفي درجه بعد تقدمة ما قدم من التقرير البليغ دلالة غير خفية على من هو من الفريقين على هدى ومن هو في الضلال المبين ولكن التعريض والتورية أنضل بالمجادل إلىٰ العرض وأهجم به على الغلبة مع قلة شغب الخصم، وفل شوكته بالهوينا، ونحوه قول الرجل لصاحبه: علم الله الصادق مني ومنك، وإن أحدنا لكاذب .⑧

''یہ ایسی مبنی برانصاف کلام ہے کہ اس کو سننے والا ہر دوست، دشمن شخص یقیناً اس کلام کے مخاطب سے کہے گا: ''سچی بات یہ ہے کہ تیرے مدمقابل ساتھی نے تجھ سے انصاف کیا ہے۔ اس سے ماقبل کلام میں ایک زبردست اور بلیغ اشارہ ہے جس کی تہہ میں یہ رہنمائی واشگاف انداز میں موجود ہے کہ دوفریقوں میں سے کون سا فریق راہِ حق پر اور کون سا گروہ واضح گمراہی میں گرا ہوا ہے۔لیکن تعریض اور توریہ کا انداز اس لئے اختیار کیا گیا کہ یہ انداز مدمقابل کو صحیح نشانہ پر گھائل کرنے والا، اور اس زور سے حملہ آور ہونے والا ہے کہ مدمقابل کی طرف سے ہنگامہ آرائی کم ہوگی اور اس کی قوت کی تلوار آسانی سے کند ہوجائے گی۔ یہ وہی اندازِ تکلم ہے جیسے کوئی اپنے ساتھی سے کہے: اللہ جانتا ہے ہم دونوں میں سے کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔ البتہ ہم میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے۔''

غیر مسلموں کے مذہبی شعائر کا احترام: ''اللہ تعالیٰ نے انسانی تکریم کے پیش نظر مسلمانوں پر حرام کردیا ہے کہ وہ مشرکوں کے معبودوں کو گالی دیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بھی اس کے ردعمل

⑧ الکشاف:۳/ ۲۸۹

www.KitaboSunnat.com

میں اللہ کو گالی دیں۔ تو اس کا مقصد درحقیقت انسانی عزت کا تحفظ تھا، کیونکہ انسان جن چیزوں کو مقدس سمجھتا ہے، ان کے متعلق اس کے جذبات کا احترام کرنا درحقیقت اس کی تکریم ہی ہے، اگر مشرک اپنے معبودوں کی برائی سنیں گے تو ردِعمل میں نہ چاہتے ہوئے بھی وہ مسلمانوں کے معبود کو برا بھلا کہیں گے۔ اگرچہ وہ توحید کے قائل نہیں ہیں لیکن وہ بھی اللہ عزوجل کے وجود کو برحق مانتے ہیں، اور جب مسلمان مشرکین کے معبودوں کو گالی دیں تو مشرک بھی ردِعمل میں مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کریں گے، جس طرح مسلمانوں نے ان کے جذبات کو مجروح کیا ہے اور یہ چیز ہر دو فریق کی عزت وتکریم کے منافی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ باہم دونوں میں حسد و بغض اور کینہ پیدا ہوگا۔''⑨ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (الانعام:۱۰۸)

''(اے مسلمانو!) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں، انہیں گالیاں نہ دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں، ہم نے تو اسی طرح ہر گروہ کے لئے اس کے عمل کو خوش نما بنا دیا ہے، پھر اُنہیں اپنے ربّ ہی کی طرف پلٹ کر آنا ہے، اس وقت وہ اُنہیں بتا دے گا کہ وہ کیا عمل کرتے رہے ہیں۔''

امام قرطبیؒ نے اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے:

لا يحل لمسلم أن يسب صلبانهم ولا دينهم ولا كنائسهم ولا يتعرض إلى ما يؤدي إلىٰ ذلك لأنه بمنزلة البعث على المعصية⑩

''کسی مسلمان کے لئے یہ روا نہیں ہے کہ وہ عیسائیوں کی صلیبوں، ان کے مذہب اور ان کے دیر وکلیسا کو بُرا بھلا کہے اور کوئی ایسا فعل انجام دے جو ان کی توہین کا باعث ہو۔ ایسا کرنا بذاتِ خود ان کو معصیت کے ارتکاب پر برانگیختہ کرنے کے مترادف ہوگا۔''

مذہبی شخصیات کا احترام: مسلمان تو تمام انبیاء و رسل کی عزت و تکریم کرتے ہیں، اور

⑨ الحريات والحقوق فى الإسلام، ص۲۵،۲۶

⑩ الجامع لأحكام القرآن: ۶۱/۷

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک وہ رسول اللہؐ کے علاوہ دیگر تمام انبیا پر بھی ایمان نہیں لے آتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا○ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ○ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ وَكَانَ اللهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (النساء:۱۵۰تا۱۵۲)

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانیں گے اور بعض کو نہیں مانیں گے اور کفر وایمان کے درمیان ایک راہ نکالنے کا ارادہ رکھتے ہیں، وہ سب پکے کافر ہیں اور ایسے کافروں کے لئے ہم نے ایسی ہولناک سزا تیار کر رکھی ہے جو اُنہیں ذلیل و رسوا کردے گی۔ اس کے برعکس جو لوگ اللہ اور اس کے تمام رسولوں کو مانیں اور ان کے درمیان تفریق نہ کریں، ان کو ہم ضرور ان کے اجر عطا کریں گے اور اللہ بڑا درگزر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کے آخری پیغمبر محمد بن عبداللہ ﷺ جابجا دیگر قوموں کی طرف بھیجے جانے والے اپنے پیغمبر بھائیوں کی تعریف میں رطب اللسان ہیں، حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں فرماتے ہیں:

«أنا أولى الناس بعيسى ابن مريم في الدنيا والآخرة، والأنبياء إخوة لعلات أمهاتهم شتى و دينهم واحد»[۱۱]

''میرا تعلق اور قربت عیسیٰ بن مریمؑ کے ساتھ دنیا اور آخرت میں سب لوگوں سے زیادہ ہے کیونکہ انبیا باہم علاتی بھائی ہیں۔ ان کی مائیں الگ الگ ہیں، لیکن سب کا باپ ایک ہے۔''

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کو آپ ﷺ نے نہایت عمدہ الفاظ میں یاد کیا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہود کو دیکھا کہ وہ یومِ عاشورا کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپؐ نے اس کی وجہ پوچھی تو اُنہوں نے کہا: یہ بڑا مبارک دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی

---

(۱۱) صحيح البخاري :۳۲۸۷

www.KitaboSunnat.com

اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تھی، اور موسیٰؑ نے اس دن (شکرانہ) کا روز رکھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «فأنا أحق بموسی منکم، فصامه وأمر بصیامه»[۱۲]

''میرا حق اور تعلق موسیٰؑ کے ساتھ تم سے زیادہ ہے۔ چنانچہ آپؐ نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔''

رسول اللہ ﷺ سے کسی نے پوچھا: لوگوں میں سب سے بڑھ کر معزز کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو ان میں سب سے زیادہ متقی ہے۔ اُنہوں نے کہا: ہم یہ نہیں پوچھ رہے۔ آپؐ نے فرمایا: پھر یوسف علیہ السلام سب سے بڑھ کر معزز ہیں جو خود بھی نبی، ان کا باپ بھی نبی اور ان کا دادا بھی نبی اور ان کا پردادا خلیل اللہ بھی نبی۔ لوگوں نے کہا: ہمارا مقصد یہ پوچھنا نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا: «فعن معادن العرب تسألون؟ خیارهم في الجاهلیة خیارهم في الإسلام إذا فقهوا»[۱۳]

''کیا تم عرب آباؤ اجداد (وہ بنیادی خاندان جن کی طرف عرب منسوب ہوتے تھے) کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟ جو جاہلیت میں نمایاں تھا، وہی اسلام میں بھی نمایاں ہے جب وہ دین میں بصیرت حاصل کرلے۔''

اور ایک دوسرے مقام پر آپ ﷺ نے ان الفاظ میں یوسفؑ کی تعریف فرمائی:

«الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم: یوسف بن یعقوب بن إسحق بن إبراهیم علیهم السلام»[۱۴]

''یوسف خود بھی کریم، ان کا باپ یعقوبؑ بھی کریم، ان کا دادا اسحٰقؑ بھی کریم اور ان کا پردادا ابراہیمؑ بھی کریم۔''

رسول اللہ ﷺ نے یوسفؑ کے صبر اور ان کے اعلیٰ شرف پر اظہارِ تعجب کرتے ہوئے فرمایا:

«عجبت لصبر أخي یوسف وکرمه والله یغفر له، حیث أرسل إلیه لیستفتی في الرؤیا ولو کنت أنا لم أفعل حتی أخرج وعجبت لصبره وکرمه والله یغفرله أتی لیخرج فلم یخرج حتی أخبرهم بعذره ولو کنت أنا لبادرت الباب ولولا الکلمة لما لبث في السجن حیث یبتغي الفرج

۱۲ صحیح البخاري: ۱۸٦۵ ۱۳ ایضاً: ۳۱۰۴ ۱۴ ایضاً: ۳۱۳۸

www.KitaboSunnat.com

من عند غير الله ، قوله ﴿أَذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ﴾» (یوسف:۴۲)[⑮]

''مجھے اپنے بھائی یوسف کے صبر اور ان کی شان بے نیازی پر حیرت ہے، اللہ ان کو معاف فرمائے کہ جب (جیل میں) ان کے پاس خواب کی تعبیر دریافت کرنے کی غرض سے آدمی بھیجا گیا (تو انہوں نے فوراً اس کی تعبیر بتادی) اگر میں ہوتا تو کبھی تعبیر نہ بتاتا، تاوقتیکہ مجھے جیل سے رہا نہ کردیا جاتا۔ اللہ ان کی بخشش فرمائے، ان کا صبر اور شانِ بے نیازی دیکھئے کہ جب حکومت وقت نے اُنہیں جیل سے رہا کرنا چاہا تو اُنہوں نے جیل سے باہر نکلنے سے انکار کردیا تاوقتیکہ ان کی بے گناہی ثابت نہیں ہوجاتی۔ اگر میں ہوتا تو فوراً دروازہ کی طرف لپکتا، اگر اُنہوں نے قید سے رہائی پانے والے اپنے ساتھی سے یہ نہ کہا ہوتا کہ رہا ہونے کے بعد اپنے آقا سے میرا تذکرہ کرنا تو وہ زیادہ مدت جیل میں نہ رہتے۔ اس کلمہ کی پاداش میں اُنہیں اتنی طویل مدت جیل کاٹنی پڑی، کیونکہ اُنہوں نے غیر اللہ سے آسانی چاہی تھی۔''

یہ محض عقیدہ ہی نہیں، بلکہ مسلمانوں نے اپنے عمل سے بھی ثابت کیا کہ وہ تمام انبیا سے محبت اور ان کی تعظیم کرتے ہیں اور یہ بات یقیناً ان انبیا کے ماننے والوں کے لئے بھی باعث شرف اور لائق تکریم ہے۔ اسی طرح اگر غیر مسلم بھی پیغمبر اسلام محمد بن عبداللہ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لاتے، جیسا کہ مسلمان اللہ کے تمام رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں تو یہ ان کے حق میں بھی باعثِ خیر و برکت ہوتا اور مسلمانوں کے لئے بھی۔

غیر مسلموں کی خوبیوں کا اعتراف: اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ غیر مسلموں کی خوبیوں کا اعتراف کیا ہے اور ان کی اچھی چیزوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ جلیل القدر صحابی حضرت عمرو بن العاصؓ کے سامنے رومیوں کا تذکرہ کیا گیا تو اُنہوں نے فرمایا:

إن فيهم لخصالاً أربعًا: إنهم لأحلم الناس عند فتنة وأسرعهم إفاقة بعد مصيبة، وأوشكهم كرة بعد فرة، وخيرهم لمسكين ويتيم وضعيف، وخامسة حسنة جميلة: وأمنعهم من ظلم الملوك[⑯]

''ان میں چار خوبیاں پائی جاتی ہیں: یہ لوگ فتنہ اور آزمائش کے وقت سب لوگوں سے زیادہ

---

⑮ المعجم الکبیر از طبرانی: ۱۱۴۷۵ ⑯ صحیح مسلم: ۵۲۸۹

www.KitaboSunnat.com

حلیم اور بردبار واقع ہوئے ہیں اور یہ مصیبت کے بعد جلد اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور بھاگنے کے بعد پلٹ کر حملہ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ اور مسکین، یتیم اور کمزور کے لئے سب سے بڑھ کر خیر خواہ ہیں اور ان کی پانچویں شاندار خوبی یہ ہے کہ بادشاہوں کو ظلم وستم سے روکنے میں طاق ہیں۔''

غیر مسلم میت کا احترام: انسانی شرف وعزت کے تحفظ کی اس سے بڑھ کر مثال آخر کیا ہوسکتی کہ پیغمبر اسلام اپنے ماننے والوں کو غیر مسلموں کے جنازوں کے احترام میں کھڑا ہونے کا حکم صادر کررہے ہیں۔ عامر بن ربیعہ نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

''جب تم کوئی جنازہ آتے دیکھو تو کھڑے ہوجاؤ، تاوقتیکہ وہ گزر جائے[17] ایک روز آپ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا، تو آپ کھڑے ہوگئے، کسی نے کہا: یہ تو یہودی کا جنازہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا وہ انسان نہیں ہے؟[18]

آپ ﷺ کے صحابہ کرام نے بھی اسی طرزِ عمل کو اختیار کیا۔ سہل بن حنیف اور قیس بن سعد کے پاس سے ایک جنازہ گزرا، وہ میدانِ قادسیہ میں بیٹھے تھے۔ جنازہ دیکھ کر کھڑے ہوگئے۔ کسی نے اعتراض کیا کہ یہ تو ذمی کا جنازہ ہے۔ تو اُنہوں نے جواب دیا: ہاں، رسول اللہ ﷺ کے پاس سے بھی ایک جنازہ گزرا تھا، تو کسی نے کہا: یہ تو یہودی کا جنازہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا: کیا یہ انسان نہیں ہے۔[19] اس کے بعد خلفاے مسلمین نے جس طرح غیر مسلموں کے عزت و وقار کا تحفظ کیا، اسلامی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

غیر مسلموں کے احترام میں مساوات: حضرت عمرو بن العاص مصر کے گورنر ہیں، ان کا بیٹا ایک مصری قبطی کو درّہ مارتا ہے اور کہتا ہے: میں معزز لوگوں کا بیٹا ہوں۔ وہ قبطی مصر سے چلتا ہے اور مدینہ میں امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب کے پاس پہنچ کر شکوہ کناں ہوتا ہے۔ پھر معلوم ہے کیا ہوا؟ واقعہ کی تفصیل ملاحظہ ہو:

حضرت انس بن مالک اس واقعہ کے راوی ہیں، بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر فاروق

---

[17] صحيح البخاري:١٢٢۴ [18] صحيح البخاري:١٢٢٩

[19] ایضاً

www.KitaboSunnat.com

کے پاس بیٹھے تھے کہ مصر سے ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: اے امیرالمؤمنین، یہ مقام ہے جان کی امان پانے کا۔ آپؓ نے پوچھا: کیا مسئلہ ہے؟ اس نے کہا: عمرو بن العاصؓ نے مصر میں گھڑ دوڑ کا مقابلہ کروایا۔ میرا گھوڑا سب سے آگے نکل گیا، جب لوگوں نے دیکھا تو محمد بن عمرو اُٹھا اور کہنے لگا: ربِّ کعبہ کی قسم! یہ میرا گھوڑا ہے، لیکن جب گھوڑا قریب آیا تو میں نے پہچان لیا اور میں نے کہا: ربّ کعبہ کی قسم! یہ میرا گھوڑا ہے۔ محمد بن عمرو نے کوڑا پکڑا اور مجھے مارنے لگا اور ساتھ کہہ رہا تھا، میں شرفا کا بیٹا ہوں، تو جب اس کے باپ عمرو کو یہ اطلاع ملی تو اس نے اس خطرے سے کہ کہیں میں آپ کے پاس نہ چلا جاؤں، مجھے جیل میں بند کردیا۔ میں وہاں سے نکل بھاگا اور اب آپؓ کے پاس آیا ہوں۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اسے بٹھایا اور پھر عمرو بن العاصؓ کی طرف یہ خط لکھا: ''جونہی میرا یہ خط تجھے ملے تو فوراً میرے پاس پہنچو اور ساتھ اپنے بیٹے کو بھی لیتے آؤ۔'' اور مصری سے کہا: عمرو کے آنے تک مدینہ میں ٹھہرو۔ جب خط پہنچا تو عمرو بن العاصؓ نے اپنے بیٹے کو بلایا اور کہا: تو نے جرم کیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ کہا: پھر عمرؓ نے تیرے متعلق یہ خط کیوں لکھا ہے؟ الغرض وہ عمرؓ کے پاس حاضر ہوئے۔

انسؓ کا بیان ہے کہ ہم عمرؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ ہم نے عمرو بن العاصؓ کو دیکھا، وہ ایک چادر اور تہبند پہنے سامنے کھڑا تھا۔ حضرت عمرؓ نے نگاہ دوڑائی کہ آیا اس کا بیٹا بھی موجود ہے کہ نہیں۔ دیکھا تو وہ بھی اپنے باپ کے پیچھے کھڑا تھا۔ اس دوران مصری بھی پہنچ چکا تھا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: مصری کہاں ہے؟

مصری: میں موجود ہوں۔

عمرؓ: درہ پکڑو اور اس معززین زادہ کو مارو۔

مصری نے درّہ پکڑا اور اسے مار مار کر لہولہان کردیا۔ ہم بھی خوش تھے کہ وہ اس کو مارے، لیکن مصری نے اسے اتنا زیادہ مارا کہ ہم نے چاہا کہ اب وہ اسے چھوڑ دے۔ حضرت عمرؓ کہہ رہے تھے: اس معززین زادہ کو اور مارو۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا: اب یہی درہ عمرو (بن العاص) کی کمر پر بھی رسید کرو، اللہ کی قسم! اس کی حکومت کے بل بوتے پر اس نے تجھے مارا تھا۔

www.KitaboSunnat.com

مصری: امیر المومنین، میں نے اپنا پورا پورا بدلہ لے لیا۔ اے امیر المومنین میں نے اس کو مار لیا جس نے مجھے مارا تھا۔

عمرؓ: اللہ کی قسم! اگر تو اس کو مارنا چاہے تو ہم نہیں چھڑائیں گے، یہاں تک کہ تو خود چھوڑ دے اور عمرو بن العاصؓ کو مخاطب کرکے فرمایا:

''تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنالیا، حالانکہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے ہیں؟'' عمروؓ بن العاص نے معذرت کی اور کہا: مجھے اس کا علم نہیں تھا۔ پھر عمرؓ مصری کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اب تم جاسکتے ہو، اگر دوبارہ کوئی اندیشہ ہو تو مجھے لکھو۔''[20]

عدل و انصاف کی پوری تاریخ اس واقعہ پر انگشت بدنداں ہے اور عقل محو تماشا لبِ بام۔ حضرت عمرؓ کی حکومت کا یہ مرکزی اُصول[☆] تھا:

"ألا إن أقواكم عندي الضعيف حتى آخذ الحق له وأضعفكم عندي القوي حتى آخذ الحق منه . "[21]

''تم میں سے قوی ترین شخص بھی میرے نزدیک اس وقت تک کمزور ہے جب تک کہ میں اس سے حق وصول نہ کرلوں اور تم میں سے کمزور ترین میرے نزدیک طاقتور ہے جب تک میں اس کا حق اسے دلوا نہ دوں۔''

یہ تاریخ انسانی کا ایک سنہری دور تھا کہ انصاف رعایا کو گھر کی دہلیز پر میسر تھا۔ کوئی حاکم بھی اگر رعایا پر ظلم کرتا تو سزا سے بچ نہیں سکتا تھا۔ کتنا پرشکوہ ہوگا وہ دور کہ ایک علاقہ کا حاکم اور اس کا بیٹا ایک عام آدمی کے سامنے مجرم بن کر کھڑے ہیں۔

ڈاکٹر یوسف قرضاوی مذکورہ واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''یہ واقعہ ہمیں بتاتا ہے کہ لوگوں کو اسلام کے زیرسایہ اپنی عزت اور شرفِ انسانیت کا گہرا شعور حاصل ہوا۔ ایک ادنیٰ سا جرم بھی ان کے لئے نفرت انگیز تھا، حتیٰ کہ اگر کسی آدمی نے ناحق کسی کو تھپڑ مارا تو اسے بھی انتہائی برا اور قبیح جرم سمجھا جاتا تھا۔ ایک طرف جاہلی تمدن تھا کہ جس کے

---

[20] التذكرة الحموية: ۲۰۹/۳،۲۱۰ وأخبار عمر للطنطاوي: ص۱۵۵،۱۵۶

☆ یہ وہ الفاظ تھے جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلافت کا منصب سنبھالنے کے بعد مجمع عام سے خطاب کرتے ہوئے اِرشاد فرمائے تھے۔ (مترجم)

[21] تاریخ دمشق: ۳۰۲/۳۰ وجمهرة خطب العرب: ۱۸۰/۱

www.KitaboSunnat.com

موڑ موڑ پر ظلم و ستم کی ہزاروں داستانیں بکھری پڑی ہیں۔ رومی سلطنت سے بڑھ کر ظلم و جور کا دور اور کون سا ہوگا؟ لیکن کوئی ایک آواز بھی اس کے خلاف نہیں اُٹھتی اور دوسری طرف ایک عادل اسلامی حکومت تھی جس کی گود میں فرد کو اپنے حقوق اور عزت کا شعور ملا، اس نے مظلوم کو اس قابل بنا دیا کہ وہ مصر سے مدینہ تک کے سفر کی صعوبتیں اس اعتماد اور یقین پر برداشت کرتا ہے کہ اس کا حق ضائع نہیں ہوگا اور اس کی شکایت توجہ سے سنی جائے گی۔[۲۲]

② عقیدہ کی آزادی کا حق

اسلام نے کبھی اپنے مخالفین کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا، غیر مسلموں کو اپنے دین پر باقی رہنے کی مکمل آزادی تھی، قرآن وسنت کی کوئی ایک بھی نص ایسی نہیں ہے جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکے کہ اسلام تلوار کے زور سے لوگوں کو اپنی حقانیت کا اقرار کرنے پر مجبور کرتا ہے، بلکہ قرآن وسنت کی تعلیمات اس کے بالکل برعکس ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ سے فرماتے ہیں:

﴿وَلَوْشَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوا مُؤْمِنِيْنَ﴾ (سورۃ یونس:۹۹) ''اگر تیرا ربّ چاہتا تو تمام اہل زمین ایمان لے آتے، پھر کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ مؤمن ہوجائیں۔''

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے واضح طور پر لوگوں کو یہ اختیار دیا کہ وہ اسلام کو قبول کریں یا اپنے مذہب پر قائم رہیں۔ لیکن آپ ﷺ ان کے ساتھ ایک معاہدہ کرتے تھے جس کے تحت وہ ادنیٰ سا جزیہ☆ دیتے تھے جس کے عوض آپؐ انہیں ان کے دین، جان و مال اور عزت کے

---

[۲۲] غير المسلمين في المجتمع الإسلامي ، از ڈاکٹر یوسف قرضاوی: ص۳۰،۳۱

☆ جزیہ کے لفظ سے گھبرانے کی بجائے اسے اسی تناظر میں لینا چاہئے جس طرح موجودہ دور میں ریاست اپنے شہریوں کے جان ومال کے تحفظ اور شہری سہولیات کے نام پر ان سے لمبے چوڑے ٹیکس لیتی ہے۔ اور جدید دنیا میں ہمارے برعکس ہر شہری پر ٹیکسوں کی بھرمار ہے جس کی تفصیل وہاں رہنے والے بخوبی جانتے ہیں۔ اسلام اس کی بجائے ہر مسلمان پر محض ڈھائی فیصد زکوٰۃ عائد کرتا اور غیر مسلموں پر زکوٰۃ کی بجائے جزیہ لاگو کرتا ہے اور مسلم معاشروں کی یہ روایت بھی رہی ہے کہ شہری سہولیات کے عوض یہ جزیہ انتہائی معمولی ہونے کے علاوہ اکثر اوقات نظرانداز کردیا جاتا یا قابل معافی ہوتا مثلاً ہندوستان میں مسلمانوں کے دورِ حکومت میں غیر مسلموں سے جزیہ لینے کی تفصیلات سرے سے نہیں ملتیں۔ جزیہ کی مزید تفصیلات اسی شمارے میں شائع شدہ ایک مستقل مضمون میں ملاحظہ فرمائیں۔ (ح م)

www.KitaboSunnat.com

تحفظ کی مکمل ضمانت دیتے تھے اور وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ضمانت سے پوری طرح مطمئن تھے۔[۴۳] حضرت بریدہؓ بیان کرتے ہیں کہ

''رسول اللہ ﷺ کسی شخص کو کسی لشکر کا سپہ سالار بنا کر بھیجتے تو اسے خصوصاً اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور اپنے لشکریوں کے ساتھ خیر خواہی کی تلقین کرتے اور اس کے بعد فرماتے:

أغزوا باسم الله في سبيل الله قاتلوا من كفر بالله، أغزوا ولا تغلوا، ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا وليدا وإذا لقيت عدوك من المشركين فادعهم إلى ثلاث خصال، فأيتهن ما أجابوك فاقبل منهم وكف عنهم ثم ادعهم إلى الاسلام فإن أجابوك فاقبل منهم ...[۴۴]

''اللہ کے نام سے جہاد فی سبیل اللہ کا آغاز کرنا، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے اس کے ساتھ لڑنا، خیانت نہ کرنا، دھوکہ نہ دینا، نہ کسی کا ناک کان کاٹنا، کسی بچے کو قتل نہ کرنا، جب مشرک دشمن سے معرکہ آرائی ہو تو ان کے سامنے تین باتیں پیش کرنا: ان میں سے جو بات بھی وہ مان لیں، اسے قبول کرلو اور ان سے اپنا ہاتھ روک لو۔ ① سب سے پہلے انہیں اسلام کی دعوت دو، اگر وہ مان جائیں تو ان کا اسلام قبول کرلو، پھر اُنہیں اپنے علاقہ سے دارالمہاجرین کی طرف ہجرت کی دعوت دو اور اُنہیں بتاؤ کہ ہجرت کے بعد تمہیں وہ تمام حقوق ملیں گے جو مہاجرین کو حاصل ہیں اور وہ تمام فرائض تم پر لاگو ہوں گے جو مہاجرین پر عائد ہیں اور اگر وہ ہجرت کرنے سے انکار کردیں تو اُنہیں بتاؤ کہ اب تمہاری حیثیت بادیہ نشین مسلمانوں کی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے وہ تمام احکام تم پر لاگو ہوں گے جو مؤمنوں پر عائد ہیں اور انہیں مالِ غنیمت اور مالِ فے اسی صورت میں ملے گا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں ② لیکن اگر وہ اسلام قبول کرنے سے ہی انکار کردیں تو پھر اُنہیں جزیہ دینے کی دعوت دو، اگر مان لیں تو قبول کرلو اور اپنا ہاتھ ان سے روک لو اور

③ اگر انکار کردیں تو اللہ تعالیٰ سے مدد کا سوال کرو اور ان سے قتال کرو۔''

اور آپ ﷺ کی یہ حکمتِ عملی اس فرمانِ الٰہی کے عین مطابق ہے:

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾

---

[۴۳] الإسلام وغير المسلمين: ص٦٠، ٦١ [۴۴] صحیح مسلم: ٣٢٦١

www.KitaboSunnat.com

''دین کے معاملہ میں کوئی زور زبردستی نہیں۔ صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔ اب جو کوئی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لایا، اس نے ایک مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔'' (البقرۃ:۲۵۶)

امریکی پروفیسر ایڈون کیلگر لی اس آیتِ قرآنی کے متعلق لکھتا ہے:

''قرآنِ کریم کی اس آیت مبارکہ سے حق وصداقت اور حکمت و دانش جھلکتی ہے۔ ہر مسلمان اس کو جانتا ہے، لیکن ضروری ہے کہ غیر مسلم بھی اس کو جان لیں۔ اس کا پیغام یہ ہے کہ ''دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔''(۲۵)

یہ آیت بعض انصاری مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی، جن کی اولاد ابھی تک یہودیت اور عیسائیت پر عمل پیرا تھی۔ جب اسلام کا پیغام مدینہ منورہ میں داخل ہوا تو اُنہوں نے اپنی اولاد کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنے کی کوشش تو یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں ایسا کرنے سے روک دیا گیا۔(۲۶)

اس شانِ نزول کو پیشِ نگاہ رکھتے ہوئے اگر کوئی شخص اس آیتِ مبارکہ پر غور کرے گا تو وہ جان لے گا کہ اسلام کسی کو زبردستی اپنی حقانیت کا اقرار کرنے پر مجبور کرنے کا قائل نہیں ہے۔ باپ سے بڑھ کر اپنی اولاد کے لئے شفیق، مہربان اور خیرخواہ کون ہوسکتا ہے اور اولاد سے بڑھ کر اپنے والدین کے لئے ہمدرد اور کون ہوسکتا ہے؟ لیکن باپ اپنے بیٹے کو اور بیٹا اپنے باپ کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا، حتیٰ کہ یہ بھی ہوا کہ بعض غیر طبعی حالات باپ کی کوشش اور مرضی کے خلاف اولاد کو کسی دوسرے مذہب کی طرف لے گئے، مثلاً بعض ماؤں کی اولاد بچپن میں ہی مرجاتی تھی تو وہ یہ نذر مانتیں کہ اگر اس کا یہ بیٹا زندہ رہا تو وہ اسے یہودی یا عیسائی بنائے گی، لیکن اس سب کچھ کے باوجود قرآن اس بات کو ردّ کرتا ہے کہ کسی کو زبردستی دین حنیف قبول کرنے پر مجبور کیا جائے۔(۲۷) فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ إِنَّا أَعْتَدْنَا

(۲۵) الشرق الأدنیٰ مجتمعته وثقافته:ص۱۶۳،۱۶۴
(۲۶) أسباب النزول از واحدی:ص۱۱۴ تا ۱۱۶
(۲۷) غیر المسلمین في المجتمع الإسلامي:ص ۱۸،۱۹

www.KitaboSunnat.com

لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَإِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا﴾ (الکہف:۲۹)

''اوران کو بتا دو کہ یہ حق ہے تمہارے ربّ کی طرف سے، اب جس کا دل چاہے مانے اور جس کا دل چاہے انکار کردے اور ہم نے ایسے ظالموں کے لئے ایک آگ تیار کررکھی ہے جس کی لپٹیں اُنہیں گھیرے میں لے چکی ہیں۔ وہاں اگر وہ پانی مانگیں گے تو پگھلے ہوئے تانبے کے پانی سے ان کی تواضع کی جائے گی جو ان کا منہ بھون ڈالے گا، انتہائی بدترین مشروب اور وہ نہایت بری آرام گاہ ہوگی۔''

یہ درست ہے کہ مسلمانوں نے تبلیغِ حق کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کیلئے غیر مسلموں کے سامنے اسلام کو پیش کیا، لیکن کسی کو زبردستی اس کے ماننے پر مجبور نہیں کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک نصرانی بڑھیا سے کہا: اے بوڑھی خاتون! اسلام قبول کرلو، اس میں سلامتی ہے اور اللہ نے محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اس نے جواب دیا: میں بہت بوڑھی ہوں اور موت میرے زیادہ قریب ہے۔ اس پر حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا: اے اللہ تو گواہ رہنا اور یہ آیت مبارکہ پڑھی: ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ (البقرۃ:۲۵۶)

''دین میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے، صحیح بات غلط نظریات سے چھانٹ کر الگ رکھ دی گئی ہے۔''[۲۸]

۶۸۰ھ میں جب سلطان منصور قلاوون نے اہل ذمہ کے لئے اسلام میں داخل ہونا لازمی قرار دے دیا اور وہ لوگ بادلِ نخواستہ مسلمان ہوگئے تو اس دور کے علماء وقضاۃ سلطان کے اس فعل پر سخت ناراض ہوئے ، چنانچہ اس کے چھ ماہ بعد علما کی ایک مجلس منعقد ہوئی اور اُنہوں نے یہ فیصلہ دیا کہ ان لوگوں کو چونکہ اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا ہے، اور دین اسلام میں کسی کو جبراً مسلمان بنانا جائز نہیں ہے، لہٰذا اُنہیں اپنے مذہب میں واپس جانے کی اجازت ہے۔ اس پر بہت سے ذمی اپنے مذہب میں واپس چلے گئے۔[۲۹]

اٹلی کی ایک ڈاکٹر لارا فیشیا فیگلبری لکھتی ہے:

---

۲۸ الجامع لأحکام القرآن:۲۸۰/۳

۲۹ البدایۃ والنہایۃ:۵۷۸،۵۷۳/۱۷

www.KitaboSunnat.com

"جب بھی مسلمانوں نے غیر مسلم اقوام کے ساتھ کوئی معاہدہ کیا تو اس میں یہ بات شامل ہوتی تھی کہ وہ ان کے عقیدہ اور مذہب کی آزادی سے کوئی تعرض نہیں کریں گے اور نہ ہی ان کی اولاد کو نئے دین میں جبراً داخل کرنے کے لئے کوئی اقدام کریں گے۔ اور اسلامی لشکروں کے پیچھے مبلغین کی کوئی ایسی جماعت نہیں ہوتی تھی جو مسلمانوں میں دلچسپی نہ رکھنے والوں کو اسلام قبول کرنے پر اصرار کرے اور نہ ہی مبلغین کے قیام کے لئے کوئی مراکز تھے، جہاں وہ مخصوص امتیاز کے ساتھ رہ کر اپنے عقیدہ کی تبلیغ یا اس کا دفاع کریں۔

صرف یہی نہیں بلکہ مسلمانوں نے قبولِ اسلام میں رغبت رکھنے والوں کے لئے بعض دفعہ یہ بھی لازمی قرار دیا کہ وہ اسلام میں داخل ہوتے وقت کوئی ایسا طریقہ اختیار کریں جس سے اسلام کے زبردستی پھیلنے کا تاثر پیدا نہ ہو اور اُنہوں نے اس نئے دین کو اختیار کرنے والوں سے مطالبہ کیا کہ وہ قاضی کے سامنے یہ اقرار کریں اور برسر عام یہ اعلان کریں کہ ان کا اسلام نہ کسی دباؤ کا نتیجہ ہے اور نہ اس کے پس پردہ کوئی دنیوی مفادان کے پیش نظر ہے۔"[٣٠]

غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا تحفظ: اسلام نے غیر مسلموں کو نہ صرف اپنے دین اور مذہب پر باقی رہنے کی آزادی دی بلکہ اُنہیں اپنے مذہبی شعائر بجالانے اور اپنی عبادت گاہوں کے تحفظ کی بھی عام اجازت تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوَاتٌ وَّمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهُ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ (الحج:٤٠)

"یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیے گئے۔ ان کا قصور صرف اتنا تھا کہ یہ کہتے تھے کہ ہمارا ربّ اللہ ہے۔ اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہے تو خانقاہیں، گرجے، معبد اور مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے، سب مسمار کر دی جاتیں اور اللہ ضرور ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔"

خلفائے مسلمین جب کوئی لشکر جہادِ فی سبیل اللہ کے لئے روانہ کرتے تو اس کے کمانڈر کو جنگ کے آداب کے متعلق باقاعدہ وصیت کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب اسامہ بن زیدؓ کو ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر بھیجا تو اُنہیں یہ وصیت کی:

---

[٣٠] دفاع عن الإسلام: ص ٣٥، ٣٦

www.KitaboSunnat.com

إني موصيك بعشر: لا تقتلن امرأة ولا صبيا ولا كبيرًا هرمًا ولا تقطعن شجرا مُثمرًا ولا تخربن عامرًا ولا تعقرن شاة ولا بعيرًا إلا لمأكلة ولا تغرقن نخلًا ولا تحرقنه، ولا تغلُّوا ولا تجبُنُوا وسوف تمرُّون بأقوام قد فرّغوا أنفسهم في الصوامع فدعوهم وما فرّغوا أنفسهم له .

''میں تمہیں دس باتوں کی وصیت کرتا ہوں؛ کسی عورت، بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا، پھل دار درخت نہ کاٹنا اور نہ ہی تخریب کاری کرنا، سوائے کھانے کے کوئی اونٹ یا بکری ذبح نہ کرنا، کھجور کے باغات کو ڈبونا نہ اُنہیں جلانا، خیانت کا ارتکاب نہ کرنا، بزدلی نہ دکھانا۔ تم ایسے لوگوں کے پاس سے گزرو گے جو معبدوں میں گوشہ نشین ہوگئے ہیں، ان سے اور ان کے کام سے تعرض نہ کرنا۔''[۳۱]

حضرت عمر فاروقؓ نے اہل بیت المقدس کو جو صلح نامہ لکھ کر دیا تھا، اس کے الفاظ یہ تھے:

هذا ما أعطىٰ عبد الله عمر أمير المومنين أهل إيلياء من الأمان: أعطاهم أمانًا لأنفسهم وأموالهم، ولكنائسهم، وصلبانهم وسقيمها وبريئها وسائر ملتها، لاتسكن كنائسهم ولا تهدم ولا ينتقص منها ولا من حيّزها، ولا من صليبهم، ولا من شيىء من أموالهم ولا يكرهون على دينهم ولا يضارّ أحد منهم ولا يسكن بإيلياء معهم أحد من اليهود[۳۲]

''یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے امیر المومنین عمر نے اہل بیت المقدس کو دی ہے؛ ان کی جان و مال، ان کے گرجوں اور صلیبوں، ان کے تندرستوں اور بیماروں اور ان کی ساری ملت کے لئے امان ہے۔ ان کے گرجوں کو مسلمانوں کا مسکن نہ بنایا جائے گا، نہ ان کو منہدم کیا جائے گا، نہ ان کے احاطوں اور ان کی عمارتوں میں کوئی کمی کی جائے گی۔ ان کے اموال اور صلیبوں کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ ان کے دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہ کیا جائے گا اور نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا اور ایلیا میں ان کے ساتھ یہودیوں کو آباد نہیں کیا جائے گا۔''

اور پھر دُنیا نے دیکھا کہ غیر مسلموں سے کئے گئے یہ سب عہد و پیمان عمل کے قالب میں

---

(۳۱) السنن الکبریٰ للبیهقي:۸۹/۹ وتاریخ الطبري:۲۱۵/۳

(۳۲) تاریخ الطبري:۱۵۹/۳

www.KitaboSunnat.com

ڈھلے۔ مسلمانوں نے غیر مسلموں کے عقائد اور رسوم و رواج کے احترام اور قبولِ اسلام کے لئے ان کے ساتھ عدمِ تشدد اور عدمِ دباؤ کا جو رویہ اختیار کیا، اس کی عملی مثالیں تاریخ کے اوراق میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ اسلام کی مرہونِ منت ہر قسم کی آزادی کا ان کے دلوں پر گہرا اثر ہوا۔ اسلام کے اُصول وحقائق ان کے دل و دماغ میں پیوست ہونے لگے، کیونکہ وہ اس قسم کے حسن سلوک، رواداری اور عالی ظرفی کے اس سے قبل عادی نہ تھے۔

◉ گستاف لیبن (Gustav LeBon) مسلم خلفا کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''اسلام کے اوّلین خلفا کی سیاسی بصیرت ومہارت ان کی حربی بصیرت ومہارت سے کسی طرح بھی کم نہیں تھی جو بہت تھوڑے عرصہ میں ان کو حاصل ہوگئی تھی۔ وہ خوب جانتے تھے کہ جبراً کسی کو اپنا دین چھوڑنے پر مجبور کرنے سے کیسے باز رہا جاسکتا ہے، اور اُنہیں خوب معلوم تھا کہ اسلام قبول نہ کرنے والوں کے لئے تلوار اور قوت استعمال کرنے سے کیسے بچا جاسکتا ہے، انہوں نے ہر جگہ علی الاعلان یہ کہا کہ ہم دیگر اقوام کے عقائد اور رسوم و رواج کا احترام کرتے ہیں، اُنہوں نے ان کو ظلم وتعدی سے محفوظ رکھا اور ان کے حقوق کا تحفظ کرتے ہوئے اُنہیں پراُمن زندگی مہیا کی اور اس کے عوض جو معمولی سا جزیہ ان سے وصول کیا، وہ ان بھاری بھرکم ٹیکسوں سے کہیں کم تھا جو اس سے پہلے وہ اپنے حکمرانوں کو دیتے چلے آرہے تھے۔''[۴۳]

◉ اسلام کے زیر سایہ مذہبی اقلیتوں کے حقوق کس طرح محفوظ تھے، ڈاکٹر یوسف قرضاوی اس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خلفاے راشدین کے دور سے یہود ونصاریٰ اپنی عبادات اور مذہبی رسومات مکمل آزادی اور حفاظت سے بجا لاتے آرہے ہیں اور اس کی تفصیل ان معاہدوں اور صلح ناموں میں دیکھی جاسکتی ہے جو حضرت ابوبکرؓ اور عمر فاروقؓ کے دور میں غیر مسلموں سے کئے گئے تھے، اس کی واضح مثال حضرت عمر فاروقؓ کا وہ صلح نامہ ہے جو اُنہوں نے اہل بیت المقدس کو لکھ کر دیا تھا۔''[۴۴]

◉ مسلمانوں نے عیسائی گرجوں کا پوری طرح تحفظ کیا اور کبھی ان کی عبادت گاہوں کو بری آنکھ سے نہیں دیکھا۔ عیسائی فوج کا جرنیل یاف سوم (Geof III) اپنے ایک خط میں اساقفہ فارس (ایران کے راہبوں) کے صدر بشپ ریفرڈشیر (Rifardashir) کو لکھتا ہے:

---

[۴۳] حضارة العرب: ص۱۳۴ [۴۴] الأقليات الدينية والحل الإسلامي: ص۱۳

www.KitaboSunnat.com

''عربوں کو اللہ تعالیٰ نے دُنیا کی حکومت عطا کی، تم نے جو کچھ ان کے ساتھ کیا، وہ تمہارے ساتھ رہ کر اس کا مشاہدہ کرتے رہے جسے تم خود بھی بخوبی جانتے ہو۔ اس کے باوجود وہ مسیحی عقیدہ کے خلاف جنگ نہیں کررہے، بلکہ اس کے برعکس وہ ہمارے دین پر شفقت کرتے ہیں، ہمارے پادریوں اور کرسمس کا احترام کرتے ہیں اور ہمارے دیر وکلیسا کو گرانٹ دیتے ہیں۔''[۳۵]

◉ تاریخ میں یہ واقعہ موجود ہے کہ ولید بن عبدالملک نے دمشق کے کنیسہ یوحنا کو زبردستی عیسائیوں سے چھین کر مسجد میں شامل کرلیا۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ منصبِ خلافت پر فائز ہوئے اور عیسائیوں نے ان سے اس ظلم کی شکایت کی تو آپ نے اپنے گورنر کو حکم دیا کہ

''گرجا کی زمین کا جتنا حصہ مسجد میں شامل کیا گیا ہے، اگر عیسائی اس کا معاوضہ لینے پر رضامند نہ ہوں تو وہ اُنہیں واپس لوٹا دیا جائے۔''[۳۶]

◉ نیز یہودیوں کے مزعومہ دعویٰ کے مطابق بیت المقدس میں واقع دیوارِ گریہ (ہیکل سلیمانی) جسے آج یہودی اپنی مقدس ترین عبادت گاہ سمجھتے ہیں، اس کے بارے میں تاریخی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ وہ کھنڈرات اور کوڑا کرکٹ کے ڈھیروں تلے دب گئی تھی، جب عثمانی خلیفہ سلطان سلیمان القانونی کو یہ معلوم ہوا تو اُنہوں نے وہاں کے عثمانی گورنر کو اس جگہ کی صفائی کا حکم جاری کیا اور یہودیوں کو اس کی زیارت کی اجازت دے دی۔[۳۷]

◉ مسلمانوں کی غیر مسلموں کے ساتھ اس رواداری اور عالی ظرفی کو خود انصاف پسند مغربی مفکرین نے بھی تسلیم کیا ہے۔ عظیم مغربی مفکر گستاف لیبن (Gustav LeBon) لکھتا ہے:

''محمد (ﷺ) نے یہود و نصاریٰ کے ساتھ جس غایت درجہ کی عالی ظرفی اور رواداری کا مظاہرہ کیا، سابقہ مذاہب کے بانیان خصوصاً یہودیت و نصرانیت کی تاریخ میں اس کی مثال موجود نہیں ہے۔ اس کے بعد آپؐ کے خلفا بھی آپؐ کے نقشِ قدم پر کاربند رہے، اس عالی ظرفی اور رواداری کا اعتراف تاریخ عرب پر گہری نظر رکھنے والے بعض مسلم اور غیر مسلم یورپین مفکرین نے بھی کیا ہے۔''[۳۸]

---

[۳۵] الدعوة إلى الاسلام (Invitation to Islam) از تھامس آرنلڈ: ص۹۸، ۹۹

[۳۶] غير المسلمين في المجتمع الإسلامي: ص۳۲

[۳۷] تسامح الغرب مع المسلمين: ص۶۷ [۳۸] حضارة العرب، ص۱۲۸

www.KitaboSunnat.com

◉ اٹلی کی ڈاکٹر لارا فیشیا فیگلبری لکھتی ہے:

''ان اقوام کو اپنے قدیم مذاہب اور قدیم مذہبی رسومات کے تحفظ اور ان پر عمل کرنے کی مکمل آزادی حاصل تھی، شرط بس یہ تھی کہ جو لوگ دین اسلام کو پسند نہیں کرتے اُنہیں معمولی سا ٹیکس حکومت کو ادا کرنا ہوگا جسے جزیہ کہا جاتا تھا اور یہ ٹیکس انتہائی منصفانہ اور ان ٹیکسوں کی نسبت بہت کم تھا جو خود مسلم رعایا اپنی حکومتوں کو دینے کی پابند تھی اور اس کے بدلے اس رعایا کو جو اہل الذمہ کے نام سے معروف تھے، جو تحفظ اور حقوق حاصل تھے وہ ان حقوق سے قطعاً مختلف نہیں تھے جو خود اُمت ِاسلامیہ کو حاصل تھے ۔ بعد میں رسول اللہ (ﷺ) اور خلفاے راشدین کے اِنہی اعمال کو باقاعدہ قانون بنا دیا گیا۔ تو اس کے بعد اگر ہم کہیں کہ اسلام صرف مذہبی رواداری کا داعی ہی نہیں بلکہ اس سے آگے بڑھ کر اس نے اس رواداری کو اپنی شریعت اور قانون کا لازمی حصہ بنا دیا ہے تو یقیناً یہ غلو اور مبالغہ نہیں ہے۔''[۳۹]

◉ گستاف لیبن (Gustav LeBon) نے رابرٹسن (Robertson) کا یہ قول ذکر کیا ہے:

''یہ صرف مسلمان ہی تھے جنہوں نے دیگر ادیان کے متبعین کے متعلق اپنی دینی غیرت اور رواداری کی روح کو جمع کیا۔ اُنہوں نے اپنے دین کی اشاعت کے لئے تلوار استعمال تو کی لیکن ان لوگوں سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جو اسلام میں رغبت نہیں رکھتے تھے، اُنہیں اپنے مذہب پر کاربند رہنے کی مکمل آزادی تھی۔''[۴۰]

◉ انگریز مستشرق ٹی آرنلڈ مسلمانوں کی دیگر اقوامِ عالم کے ساتھ رواداری کے متعلق لکھتا ہے

''ہم نے آج تک کسی ایسی منظّم کوشش کے متعلق نہیں سنا جو غیر مسلموں کو جبراً مسلمان بنانے کے لئے اختیار کی گئی ہو اور نہ ہی کسی ایسی منظّم ظالمانہ پالیسی کا ہمیں علم ہے جس کا مقصد دین مسیح کی بیخ کنی ہو، اگر مسلم خلفا ان دو میں سے کوئی ایک پالیسی بھی اختیار کر لیتے تو آج بآسانی مسیحیت کا وجود ختم کر سکتے تھے، جس طرح کہ فرینڈس اور ملکہ ازابیلا نے اندلس سے اسلام کو دیس نکالا دیا یا جس طرح چودہویں پولس نے پروٹسٹنٹ مذہب کے پیروکاروں کے ساتھ کیا، اُنہیں فرانس میں سخت سزاؤں سے دوچار کیا گیا یا جس طرح ساڑھے تین سو سال تک یہودیوں کو انگلستان سے جلا وطن رکھا گیا۔

مشرقی ایشیا کے گرجے سارے عالم مسیحیت سے الگ تھلگ اور کوسوں دور تھے، عالم عیسائیت

---

[۳۹] دفاع عن الاسلام،ص ۳۴، ۳۵ [۴۰] حضارۃ العرب،ص ۱۲۸

www.KitaboSunnat.com

کے کسی کونے سے ایک بھی آواز ان کی طرفدار نہ تھی، کیونکہ وہ ان کو اپنے دین سے خارج سمجھتے تھے۔ اس کے باوجود ان گرجا گھروں کا اب تک باقی رہنا اس حقیقت کی بہت بڑی دلیل ہے کہ اسلامی حکومتوں کی سیاست غیر مسلموں کے ساتھ رواداری کے عمومی اُصول پر قائم تھی۔''(۴۱)

◉ امریکی مصنف لوتھرپ سٹیڈرڈ (Lothrop Stoddard) کہتا ہے:

''خلیفہ عمرؓ نے عیسائیوں کے مقدس مقامات کی حفاظت کا ہر طرح سے اہتمام کیا، ان کے بعد ان کے جانشین بھی ان کے نقش قدم پر کاربند رہے، اُنہوں نے عیسائیوں کو تنگ نہیں کیا اور نہ ہی ہر سال عالم مسیحیت کے کونے کونے سے بیت المقدس کی زیارت کے لئے آنے والے عیسائی زائرین کو کسی قسم کی تکلیف دی۔''(۴۲)

◉ غیر مسلموں نے مسلمانوں کی طرف سے حسن سلوک اور رواداری کے جو مظاہر دیکھے، اپنے ہم مذہبوں نے ان پر ظلم وتعدی کے جو پہاڑ توڑے تھے، اس کے پیش نظر وہ ایسی رواداری اور عالی ظرفی کا تصور بھی نہیں کرسکتے تھے۔ صدیوں بعد اُنہیں اسلام کے سایہ تلے سکھ کا سانس نصیب ہوا تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عساکرِ اسلام کے سپہ سالار ابوعبیدہ عامر بن جراح شام کو فتح کرنے کے بعد آگے کی طرف بڑھے تو وہاں کے عیسائیوں نے ان کو لکھا:

''اے مسلمانوں کی جماعت! رومی اگرچہ ہمارے مذہب ہیں، لیکن اس کے باوجود آپ ہمیں ان سے زیادہ محبوب ہیں۔ آپ عہد وفا کرتے اور نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں، عدل وانصاف برتتے ہیں۔ آپ کی حکمرانی خوب ہے، لیکن رومیوں نے ہمارے اموال پر قبضہ کیا اور ہمارے گھروں کو لوٹا۔''(۴۳)

◉ مشہور مستشرق رچرڈ سٹبنز (Richard Stebbins) ترکوں کے بارے میں لکھتا ہے

''اُنہوں نے بلا تفریق لاطینی اور مغربی سب عیسائیوں کو اپنے مذہب پر کاربند رہنے کی اجازت دے دی اور قسطنطنیہ اور دیگر بے شمار مقامات پر اُنہیں گرجے الاٹ کئے تاکہ وہ اپنے مقدس مذہبی شعائر کو ادا کرسکیں۔ میں نے بارہ سال ہسپانیہ میں گزارے ہیں جس کی بنیاد پر میں بالجزم یہ کہہ سکتا ہوں کہ آج نہ صرف ہم ان (عیسائیوں) کی مذہبی مجالس میں شرکت پر

(۴۱) الدعوة إلی الإسلام: ص۹۸،۹۹ (۴۲) حاضر العالم الإسلامي: ۱/۱۳،۱۴

(۴۳) فتوح الشام: ص۹۷ از امام اَزدی بصری وسماحة الإسلام: ص۵۷ از ڈاکٹر احمد محمد الحوفی

www.KitaboSunnat.com

مجبور ہیں، بلکہ ہماری زندگی اور اولاد بھی خطرے میں ہے۔''[44]

◉ تھامس آرنلڈ اپنی کتاب Invitation to Islam (الدعوة إلى الاسلام) میں ترکوں کی رواداری اور عالی ظرفی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''اٹلی کے بعض معاشرے ترکوں کو بڑی رشک آمیز نگاہوں سے دیکھتے ہیں کہ کاش اُنہیں بھی وہی آزادی، تحفظ، رواداری مل جائے جو ان کی رعایا کو حاصل ہے، وہ کسی بھی مسیحی حکومت کے زیر سایہ ایسی آزادی اور رواداری سے اب مایوس ہوچکے ہیں۔''[45]

◉ بازنطینی باشندے اپنے ایک مذہبی رہنما کا یہ قول اکثر دہرایا کرتے تھے:

''ہمیں اپنے شہروں میں بابو یہ تاج دیکھنے سے ترکی عمامہ دیکھنا زیادہ پسند ہے۔''[46]

◉ تھامس آرنلڈ نے یہ بھی لکھا ہے کہ

''جب پندرہویں صدی میں ظلم وستم سے ستائے ہوئے یہودی ہسپانیہ سے بھاگے تھے تو ان کو پناہ دینے والے ترک ہی تھے۔''[47]

◉ گستاف لیبن (Gustav LeBon) لکھتا ہے:

''رعایا کے درمیان عدل وانصاف کا بول بالا عربوں کا سیاسی دستور تھا۔ عربوں نے عوام کو مکمل مذہبی آزادی عطا کی، اُنہیں اس قدر عوامی حمایت حاصل تھی کہ وہ رومیوں اور لاطینیوں کے پیشوا اور رہنما بن گئے اور عوام الناس کو وہ امن وامان اور اطمینان حاصل تھا جس کا وہ اس سے پہلے تصور بھی نہیں کرسکتے تھے۔''[48]

علاوہ ازیں مصر، شام اور اندلس (ہسپانیہ/سپین) میں مسلسل کئی صدیوں سے غیر مسلموں کی موجودگی اسلام کی رواداری، عالی ظرفی اور وسعتِ قلبی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ حتیٰ کہ غیروں کی نظر میں حد سے بڑھی ہوئی یہ رواداری اندلس وغیرہ میں اسلام کے زوال کا باعث ہوئی جیسا کہ کانٹ ہنری ڈی کیسٹری لکھتا ہے کہ

''مسلمانوں کی حد سے زیادہ نرمی اور مصالحانہ رویہ بھی مملکتِ عربیہ کے سقوط کا ایک سبب تھا۔''[49]

ہوا یہ کہ جب مسلمانوں کی آپس کی نااتفاقیاں حد سے بڑھ گئیں تو اندلس کے عیسائی

---

[44] الأقليات الدينية والحل الإسلامي: ص: ۵۵،۵۶
[45] صفحہ: ۱۸۳
[46] الإمبراطورية البيزنطية از نورمان بینز، ص ۳۹۱
[47] الدعوة إلى الإسلام، ص ۱۸۳
[48] حضارة العرب، ص ۱۵۲
[49] الإسلام، ص ۴۹

www.KitaboSunnat.com

باشندے مسلمانوں کی اس کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر ان پر چڑھ دوڑے پھر یا تو مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور جو باقی بچ گئے، ان کو جلا وطن کر دیا گیا اور ایک دفعہ مسلمان نسل کی جڑ اکھیڑ دی گئی۔

◉ فرانسیسی مستشرق اٹینی ڈینیز (Etienne Denier) لکھتا ہے:

''مسلمانوں کا معاملہ اس کے عین برعکس ہے جو لوگوں نے سمجھا ہے۔ انہوں نے حدودِ حجاز سے باہر لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانے کے لئے کبھی قوت کا استعمال نہیں کیا۔ ہسپانیہ میں عیسائیوں کا وجود اس امر کی بین دلیل ہے۔ وہ مسلمانوں کے زیر قبضہ علاقوں میں آٹھ سو سال کا طویل عرصہ اپنے دین پر امن وسکون سے زندگی گزارتے رہے۔ قرطبہ میں متعدد عیسائی نہایت اہم اور اعلیٰ مناصب پر فائز رہے، لیکن جونہی ان علاقوں کی حکومت ان کے ہاتھ لگی تو انہوں نے ارضِ اندلس سے مسلمانوں کا وجود مٹانے کا تہیہ کرلیا۔''[۵۰]

◉ لوتھرپ سٹیڈرڈ (Lothrop Stoddard) نے عثمانی وزیر کا ایک دردناک مگر فکر انگیز بیان نقل کیا ہے جو اُس نے ایک یورپین عہدہ دار کے گوش گزار کیا تھا:

''ہم ترک، عرب اور دیگر مسلمانوں نے جس قدر بھی مذہبی تعصب کا مظاہرہ کیا، لیکن وہ اس حد تک کبھی نہیں بڑھا کہ ہم اپنے دشمنوں کو نیست و نابود کردیں اور جس وقت ہم فی الواقع ان کے استیصال کی قوت رکھتے تھے اس وقت بھی ایسا کوئی خیال ہمارے دلوں میں پیدا نہیں ہوا اور اگر کبھی ہمارے کسی حکمران نے ایسا کرنے کا ارادہ کیا، جیسا کہ عثمانی خلیفہ سلیم اوّل کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا تھا تو ملتِ اسلامیہ اس کے سامنے دیوار بن کر کھڑی ہوگئی تھی اور شیخ الاسلام نے اس کو کہا تھا: بجز جزیہ کے یہود و نصاریٰ پر تمہارا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اُنہیں ان کے وطن سے بے دخل کرنے کا قطعاً تجھے کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ اس پر سلطان نے شریعت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ یہود و نصاریٰ، صابیوں، سامریوں اور مجوسیوں کی بہت بڑی تعداد صدیوں تک ہمارے اندر بستی رہی۔ اُنہیں وہی حقوق حاصل تھے جو مسلمانوں کو حاصل تھے اور ان پر وہی فرائض لاگو تھے جو مسلمانوں پر تھے۔ لیکن تم اے یورپین لوگو! تم اپنے اندر ایک مسلمان کو بھی گوارا نہ کرسکے، تم نے وہاں رہنے کے لئے عیسائی بننے کی شرط عائد کردی۔ تمہیں یاد ہے کہ ہسپانیہ میں کروڑوں مسلمان آباد تھے، اٹلی کے شمال

---

[۵۰] محمد رسول اللہ ﷺ، ص ۳۳۲

www.KitaboSunnat.com

اور جنوبی فرانس میں لاکھوں مسلمان بستے تھے۔ وہ صدیوں سے ان علاقوں میں رہتے آرہے تھے، لیکن تم نے اُنہیں اس طرح نیست و نابود کردیا کہ دین اسلام کا ماننے والا ایک فرد بھی ان علاقوں میں باقی نہ رہا۔ میں نے ہسپانیہ کا چپہ چپہ گھوما ہے، مجھے وہاں کوئی ایک قبر بھی ایسی نہیں ملی جس کے بارے میں معروف ہو کہ وہ مسلمان کی قبر ہے۔''(۵۱)

---

(۵۱) حاضر العالم الإسلامي: ص۳/۲۱۰

مولانا اکرام اللہ ساجد کیلانی کی ناگہانی وفات

موت ہر ذی نفس کا مقدر اور قدرت کا مقرر کردہ اٹل قانون ہے جس سے کسی کو مفر نہیں مگر کچھ لوگ ایسی خدمات انجام دے جاتے ہیں کہ زمانہ مدتوں اُنہیں یاد رکھتا اور ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ مولانا اکرام اللہ ساجد کیلانی ۳۱/اگست ۲۰۰۶ء کی رات درسِ قرآن دے کر موٹر سائیکل پر کیلیانوالہ واپس آرہے تھے کہ ایک حادثے میں ان کو سر پر شدید چوٹ آئی اور زخموں کی شدت کی بنا پر آپ جانبر نہ ہوسکے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون! مولانا کا نام قارئین محدث کے لئے نیا نہیں ہے، آپ ایک محنتی عالم اور بلند پایہ مصنف تھے۔ آپ نے اپنی دینی تعلیم مسجد قدس چوک دالگراں میں مدیر اعلیٰ محدث حافظ عبد الرحمن مدنی سے حاصل کی اور بعد میں صحافتی میدان میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے آپ کم وبیش ۱۰ برس (۱۹۷۴ء تا ۱۹۷۶ء، ۱۹۸۱ تا ۱۹۸۸ء) مدیر معاون رہے۔ آپ کے جاندار اداریوں کا قارئین نہ صرف شدت سے انتظار کیا کرتے بلکہ اشاعت کے بعد عرصہ تک ان کا تذکرہ لوگوں کی زبانوں پر رہتا۔ انہی سالوں میں جامعہ لاہور الاسلامیہ کے مالی معاملات کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد رہی۔ آپ کو ماہنامہ 'ترجمان الحدیث' لاہور اور ماہنامہ 'حرمین' جہلم میں بھی ادارتی فرائض انجام دینے کا موقعہ ملا۔ مولانا کے بیسیوں مضامین مختلف اہل حدیث رسائل میں شائع ہوچکے ہیں۔

موصوف تحریر کے ساتھ ساتھ خطابت کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے گاؤں میں ایک بڑی مسجد تعمیر کروائی اور آپ طالبات کے ایک مدرسہ کے انتظام کے علاوہ اسی مسجد میں مستقل خطابت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ اپنے گاؤں اور آس پاس کے دیہات میں روزانہ بچیوں کے گھروں میں جاکر اُنہیں ترجمہ قرآن پڑھاتے۔ گذشتہ رمضان میں آپ کے دروسِ قرآن کا شمار کیا گیا تو ان کی تعداد ۲۲ کے قریب نکلی موصوف نہایت ملنسار اور صاف گو انسان تھے۔ کئی دفعہ ان سے ملاقات کا موقعہ ملا، نہایت خندہ پیشانی اور محبت وشفقت سے پیش آتے۔ آپ تین سال سے مرکزی جمعیت اہل حدیث کی طرف سے تحصیل وزیر آباد کے امیر بھی تھے اور نہایت تندہی سے جماعتی خدمات انجام دے رہے تھے۔ حال ہی میں 'القدس' کے نام سے ایک ماہوار رسالہ کا آغاز کیا تھا جس کی ادارت آپ کے فرزند انعام اللہ آصف کے سپرد تھی۔ ابھی پہلا شمارہ ہی نکلا تھا کہ پیغامِ اجل آپہنچا۔ اللہ تعالیٰ ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اُنہیں مولانا کے دعوتِ دین کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (محمد اسلم صدیق)

جناب انعام اللہ آصف نے موصوف کے تمام مقالات کو کچھ عرصہ قبل جمع کیا تھا اور اب یہ کتاب اشاعتی مراحل میں ہے۔ اُنہوں نے آپ کی خدمات پر 'القدس' کا ایک خصوصی شمارہ شائع کرنے کا پروگرام بھی بنایا ہے۔ مولانا اکرام اللہ ساجد کے محبین اور ساتھیوں سے قلمی تعاون کی درخواست ہے۔

www.KitaboSunnat.com